امام حاکم نیشاپوری (م ۴۰۵ھ)

تعارف۔ تذکرہ۔ خدمات

ڈاکٹر علی اصغر چشتی *

نام ونسب

آپ کا نام محمد، کنیت ابوعبداللہ اور حاکم لقب ہے۔ پورا نسب نامہ یوں ہے: محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم بن حاکم۔ امام حاکم کے آباء واجداد میں کوئی بزرگ تجارتی کاروبار کی بنا پر ''بیع'' (بیوپاری) کہلاتے تھے۔ اس نسبت سے آپ کو''ابن بیع'' کہا جاتا ہے(۱) منصب قضاء پر فائز رہنے کی وجہ سے آپ ''حاکم'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حافظ ابن کثیر نے آپ کا لقب ''ابن الحاکم'' بتایا ہے۔(۲) یہ غالباً اس لئے کہ آپ کے جدِامجد کا نام حاکم تھا۔ ممکن ہے بعد میں ابن حذف ہو کر صرف حاکم رہ گیا ہو۔

مولد ومسکن

امام صاحب بروز اتوار ۳ ربیع الاول ۳۲۱ھ کو نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ امام صاحب کے مولد ہونے کا فخر عراق عجم کے مشہور مردم خیز شہر نیشاپور کو حاصل ہے۔ اسلئے آپ نیشاپوری کہلاتے ہیں۔ لیکن ضبی اور طہمانی کی نسبتوں سے آپ کا عربی قبائل سے خاندانی تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

> ''حاکم کی دادی سبطہ، عیسیٰ بن عبدالرحمٰن ضبی کی صاحبزادی تھیں۔ طہمانی کی نسبت ابراہیم بن طہمان کی جانب ہے جو صاحب فضل وکمال بزرگ تھے۔ امام حاکم ایک علمی خانوادے کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کے والد اور ماموں علم وفن کے دلدادہ تھے۔ ان دونوں بزرگوں کے فیض توجہ سے آپ بچپن ہی میں علم وفن کی تحصیل میں مشغول ہوگئے تھے، اور سب سے پہلے اپنے والد ماجد سے استفادہ کیا۔''(۳)

---

* چیئرمین شعبہ حدیث وسیرت/ مدیر مسؤل ''معارفِ اسلامی''، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

شیوخ واساتذہ

امام حاکم کوتقریبا دو ہزار فقہاء اور محدثین سے استفادہ کرنے کا موقع ملا تھا۔ خاص نیشاپور کے اساتذہ کی تعداد ایک ہزار بتائی جاتی ہے۔ اپنے والد کے علاوہ جن ممتاز محدثین سے آپ نے روایات اخذ کی ہیں ان کے نام یہ ہیں:

ابن ابی سبرۃ، ابن درستویہ، ابوحامد بن حسنویہ مقری، ابوسہل بن زیاد، ابوبکر احمد بن سلمان نجاد، حسن بن یعقوب بخاری، ابوعلی حسین بن علی الحافظ نیشاپوری، ابوصالح خلف بن محمد بن اسماعیل خیام، ابومحمود علی بن احمد سجزی، ابومحمد عبدالرحمٰن بن حمدان جلاب، ابوعمر عثمان بن محمد بن سماک، علی بن محمد بن عقبہ شیبانی، ابوالعباس محمد بن احمد بن محبوب التاجر محبوبی، ابوجعفر محمد بن صالح بن ہانی، محمد بن عبداللہ الصفار اصفہانی، ابوجعفر محمد بن علی شیبانی، محمد بن علی بن عمر، ابونصر محمد بن محمد بن یوسف، ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصم، ابوعبداللہ محمد بن یعقوب شیبانی وغیرہ وغیرہ۔

فقہ کی تحصیل اس دور کے مشہور فقہاء ابوسعد محمد بن سلیمان صعلوکی، ابوعلی بن أبی ہریرۃ، ابوالولید حسان بن محمد اور ابوبکر احمد بن اسحاق الضبی وغیرہ سے، قراءت کا فن محمد بن ابومنصور، علی بن علی کوفی اور بکار بغدادی سے سیکھا۔ تصوف وسلوک کی منازل طے کرنے کیلئے ابوعمر بن نجید، ابوالحسن جوشنجی، ابوسعد بن یعقوب ثقفی، ابونصر صفار، ابوالقاسم، ابوعثمان مغربی اور ابوعمر بن محمد بن جعفر خلدی وغیرہ مشائخ وصوفیا کی صحبت اختیار کی (۴)

تلامذہ

امام حاکم کے تلامذہ کی تعداد بھی ہزاروں میں ہے۔ ان میں سے جن کو شہرت حاصل ہوئی ان کے نام درج ذیل ہیں:

حافظ ابوذر ہروی، ابوصالح مؤذن، ابویعلی خلیلی، ابوبکر احمد بن حسین البیہقی، ابوبکر احمد بن علی خلف شیرازی، اسماعیل بن عبدالرحمان صابونی، ابوالقاسم ابن احمد ازہری، ابوالقاسم عبدالکریم قشیری، عثمان بن محمد جمحی، ابومحمد بن احمد بن ابی الفوارس، محمد بن احمد بن یعقوب، ابوبکر محمد بن علی بن اسماعیل قفال شاشی اور ابوالعلاء محمد بن یعقوب واسطی۔ (۵)

امام حاکم بچپن ہی میں تعلیم و تعلم میں مشغول ہو گئے تھے اور نو سال کی عمر میں با قاعدہ حلقہائے حدیث میں بیٹھنا شروع کیا۔ علم سے شغف کا یہ حال تھا کہ اپنے سے کم تر اور کمسن رفقاء سے بھی روایت کرنے میں کسی طرح کا عار نہ ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے اساتذہ کی تعداد بے شمار ہے۔

طلب علم کیلئے سفر

اپنے علمی ذوق کی تسکین کیلئے امام حاکم نے سب سے پہلے اپنے وطن نیشا پور کے علماء، فقہاء اور محدّثین کی جانب رجوع کیا۔ جب آپ کی عمر بیس سال کی ہوئی تو دوسرے بلاد وامصار اور علمی مراکز کا رخ کیا۔ عراق، حجاز، ماوراء النہر، ہمدان اور اصفہان وغیرہ تشریف لے گئے۔ اسفار کی کثرت کی وجہ سے مؤرخین آپ کے بارے میں لکھتے ہیں: "**طاف الآفاق رحل الكثير**". بغداد دو بار گئے۔ پہلی بار عنفوان شباب میں اور دوسری بار بڑھاپے میں۔ (۶) علم حدیث میں غیر معمولی کمال و امتیاز کی بناء پر امام حاکم الحافظ الکبیر اور امام المحدّثین وغیرہ کے القاب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ابو حازم عبدوی کا بیان ہے کہ امام حاکم اپنے زمانہ میں محدّثین کے امام تھے۔ (۷)

یافعی لکھتے ہیں:

"حدیث اور اس کے متعلق علوم کی معرفت میں امام حاکم کو بڑی مہارت حاصل تھی۔" (۸)

حافظ ذہبی کہتے ہیں:

"نہ صرف خراسان بلکہ ساری دنیا میں اقلیم حدیث کی تاجداری امام حاکم پر ختم ہو گئی"۔ (۹)

حافظ ابن الصلاح اور امام نووی نے صحاح ستہ کے مؤلفین کے بعد جن سات محدّثین کو نہائت صاحب کمال قرار دیا ہے ان میں امام دارقطنی کے بعد دوسرا نام امام حاکم کا بتایا ہے۔ ان کے زمانہ کے جن چار محدّثین کو خصوصیت کے ساتھ سرآمد روزگار سمجھا جاتا تھا۔ ان میں ایک امام حاکم بھی تھے۔

عبد الغافر کہتے ہیں:

> ''امام حاکم اپنے عہد میں علمائے حدیث کے امام اور فن حدیث سے بخوبی واقف تھے''۔(۱۰)

حفظ وثقاہت

حدیث میں امام حاکم کے کمال کا اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے حفظ وضبط اور ثقاہت وعدالت پر تمام ائمہ حدیث اور محدّثین کا اتفاق ہے۔

اہل سیر نے: ''**الحافظ الکبیر**''، ''**من اھل الحفظ**'' اور'' **من اکابر حُفّاظ الحدیث**'' وغیرہ کہہ کر آپ کے حافظہ کی توثیق کی ہے۔

ابوعبدالرحمٰن سلمی کا بیان ہے:

> ''میں نے امام دار قطنی سے امام حاکم اور حافظ ابن مندہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: ''ابن بیع حافظہ میں زیادہ مستند اور متقن ہیں''۔(۱۱)

زہد وتقوی

امام حاکم زہد واتقا اور دیانت وامانت میں ممتاز تھے۔ حافظ ابن کثیر کا بیان ہے کہ امام حاکم متدّین، امین، صاحب حزم وورع اور اللہ جل شانہ کی جانب مائل ومتوجہ رہتے تھے۔ حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ تصوف وسلوک سے اشتغال اور اکابر صوفیہ ومشائخ سے وابستگی بھی آپ کے تدّین کا ثبوت ہے۔(۱۲)

سیاسی وسماجی حیثیت

امام حاکم عہدہء قضا پر متمکن ہونے کی بنا پر ''حاکم'' کہلاتے ہیں۔ بعض مورخین نے آپ کو ''نسا'' کا لیکن اکثر نے نیشاپور کا قاضی بتایا ہے۔ یہ ۳۵۹ھ کا واقعہ ہے۔ اس زمانہ میں دولت سامانیہ کی طرف سے نیشاپور میں ابوالنصر محمد بن عبدالجبار کی ولایت قائم تھی امام صاحب محکمہ قضاء کے فرائض سے اسقدر خوش اسلوبی کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے کہ دوبارہ ان کو ''جرجان'' کا عہدہ قضا پیش کیا گیا لیکن انہوں نے اس کو قبول نہیں کیا۔

مگر بعض مؤرخین نے آپ کے جرجان کے قاضی مقرر کئے جانے کی تصریح کی ہے۔ امام حاکم پر دولت سامانیہ اوراس کے امراء وحکاّم کو بڑا اعتماد تھا۔ امیر ابوالحسن ان سے مشورے طلب کرتا تھا اور بنی بویہ کے پاس سفارت کے لئے بھیجتا تھا امام حاکم نے بنی بویہ اور سامانی حکومت کے درمیان سفارتی فرائض بڑی خوبی کے ساتھ انجام دیئے۔

امام حاکم کو سماجی امور ومعاملات سے بھی یک گونہ دلچسپی تھی۔ ایک زمانہ میں مدرسۃ دار السنۃ کے انتظام وانصرام کی ذمہ داری انہی کے سپرد تھی۔ آپ کے استاذ احمد بن اسحاق نے اپنی وفات کے وقت مدرسہ کے امور ومعاملات اوراوقاف کی تولیت واہتمام کے بارے میں آپ کو وصیت کی تھی۔

امام حاکم اپنے گوناگوں کمالات کی وجہ سے مسلمانوں کے مقتدااوران کی عقیدت وتوجہ کا مرکز بن گئے تھے اور خواص وعوام سب میں یکساں مقبول اور ہر دل عزیز تھے۔ علامہ ابن سبکی کا بیان ہے کہ ان کی عظمت شان، جلالت قدر اور امامت فن پر سب کا اتفاق ہے۔ وہ ان ائمہ اعلام میں تھے جن کے ذریعہ اللہ تعالی نے اپنے دین مبین کی حفاظت کا کام لیا ہے۔ لوگ دور دراز سے آپ کی خدمت میں آکر علمی پیاس بجھاتے تھے۔ آپ جس مجلس اور بزم میں پہنچ جاتے اس کی رونق بڑھ جاتی۔ لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے اور شایان شان استقبال کرتے تھے۔ اکابر محدّثین اور ناموراءمہ فن کے مجمع میں بھی تشریف لے جاتے تو لوگوں کو اپنے علمی تبحرّ اور خوش کلامی سے متاثر کردیتے تھے۔ حافظ عبدالغافر امام حاکم کی مدح وستائش میں نہایت رطب اللسان رہتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ہمارے اساتذہ فرماتے ہیں کہ اس عہد کے اکثر فضلاء وارباب کمال جیسے صعلوکی اور ابن فورک وغیرہ امام حاکم کو اپنے سے فائق، برتر اور متقدم سمجھتے تھے اوران کے حفظ ومعرفت اوران کی عزت واحترام کا پورا خیال رکھتے تھے۔ ان کی تصنیفات، طرق حدیث پران کے علم ونظر، علمی مباحث وامالی وغیرہ میں ان کے تصرفات وکمالات کا جو بھی جائزہ لے گا ان کے فضل وکمال کا ضرور اعتراف کرے گا اوراس کو اندازہ ہوجائے گا کہ وہ اپنے سے پہلے کے علماء پر فوقیت رکھتے تھے۔

امام حاکم اپنے کمالات کی وجہ سے اس بلند مقام پر فائز تھے جہاں پہنچنا دوسروں کے لئے ممکن نہیں تھا وہ اپنے عہد میں بے نظیر تھے ان کی موت سے جو خلاء پیدا ہوا وہ پر نہیں ہوسکا۔ (۱۳)

امام حاکم نے اپنے وطن نیشاپور میں ۳ صفر ۴۰۵ھ کو اچانک انتقال کیا حمام سے غسل کر کے نکل رہے تھے کہ طبیعت ناساز ہوگئی۔ اور تھوڑی دیر میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ عصر کے بعد تجہیز و تکفین کی گئی۔ قاضی ابوبکر حیری نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ حسن بن اشعث قرشی نے خواب دیکھا کہ امام حاکم نہائت اچھی وضع قطع میں ایک گھوڑے پر سوار ہو کر کہہ رہے ہیں کہ مجھے نجات مل گئی۔ میں نے سبب پوچھا تو فرمایا:

''حدیث کی تحریر و کتابت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نجات دی ہے۔'' (۱۴)

تصنیف و تالیف

امام حاکم نے تصنیف و تالیف کے میدان میں بہت مفید، وقیع اور قیمتی سرمایہ چھوڑا ہے۔ آپ کی تصنیفات کمیت و کیفیت دونوں لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ آپ کہتے ہیں:

''میں نے زمزم کا پانی پی کر اللہ تعالیٰ سے حسن تصنیف کی دعا کی تھی''۔ آپ کی دعا قبول ہوئی۔

ارباب سیر کا اتفاق ہے کہ تصنیفی حیثیت سے امام حاکم کا مرتبہ بہت بلند ہے۔

مسعد بن زغلول زنجانی سے جب چار اہم محدّثین کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے ہر ایک کی جدا جدا خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''ان سب میں امام حاکم سب سے بہتر مصنف تھے۔'' (۱۵)

ابن خلکان لکھتے ہیں: ''حاکم نے علوم حدیث میں بے نظیر تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں''۔ (۱۶)

سمعانی کا بیان ہے کہ: ''انہوں نے علوم حدیث اور دیگر فنون میں بڑی عمدہ کتابیں لکھیں''۔ (۱۷)

تالیفات

امام حاکم کی تالیفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے پانچ سو، بعض نے ایک ہزار اور بعض نے ڈیڑھ ہزار اجزاء کے بقدر تعداد بتائی ہے۔ لیکن قدماء کی طرح ان کی بھی اکثر کتابیں اب معدوم اور ناپید ہیں۔ جن کتابوں کے نام معلوم ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ کتاب الاربعین
۲۔ الامالی
۳۔ تراجم الشیوخ
۴۔ تراجم المسند علی شرط الصحیحین
۵۔ التلخیص
٦۔ فضائل الامام الشافعی
۷۔ فضائل العشرۃ المبشرۃ
۸۔ فضائل فاطمۃ
۹۔ فوائد الخراسانیین
۱۰۔ فوائد الشیوخ
۱۱۔ فوائد العراقیین
۱۲۔ مناقب الصدیق
۱۳۔ العلل الحدیث
۱۴۔ تفسیر القرآن

۱۵۔ تخریج الصحیحین

اس کا نام "مدخل الی معرفۃ الصحیحین" بھی ہے اور غالبا حاکم نے "رسالۃ المدخل" میں اسی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> ''حجاز، عراق اور شام کے لوگ صحیح حدیثوں کی معرفت میں اہل خراسان کی برتری اور تقدم کے معترف ہیں۔ اس کی وجہ شیخین (بخاری ومسلم) کی اس فن میں مہارت وانفرادیت ہے۔ اللہ تعالی دونوں بزرگوں کو اسلام کی اس خدمت کی جزائے خیر عطا کرے۔ میں نے ان کی کتابوں کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں ان کی صحیح وسقیم حدیثوں کی متفق علیہ اور مختلف فیہ شرطوں کا ذکر ہے۔'' (۱۸)

اس کی ابتداء میں روایات کے حفظ واشاعت کے بارے میں احادیث وآثار اور موضوع روایات کے متعلق وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔ پھر ان لوگوں کے نام تحریر کئے گئے ہیں جن کا صحیحین یا ان میں سے کسی ایک میں ذکر ہے۔ اس کے بعد ان اشخاص کا ذکر ہے جن سے امام بخاری نے روایات اخذ کی ہیں۔

حافظ طاہر مقدسی نے اس کتاب کے اکثر مباحث "الجمع بین رجال الصحیحین" میں درج کئے ہیں۔

۱۶۔ مزکی الأخبار

"معرفة علوم الحديث" کے بعض قلمی نسخوں میں اس کتاب کا نام "کتاب المزکّين لرواة الأخبار" لکھا ہوا ہے۔امام حاکم خود اس کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''اس میں رواۃ حدیث کے دس طبقوں کا ذکر ہے۔ ہر طبقہ میں ایک دور کے چار بلند پایہ رواۃ حدیث شامل کئے گئے ہیں۔اس طرح کل چالیس راویان حدیث کا اس میں ذکر ہے۔ پہلے طبقہ میں حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان بن عفان، علی المرتضی اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں نے رواۃ حدیث کی جرح وتعدیل اور روایات کی صحت وسقم کی بحث وتحقیق کی ہے۔ دسویں طبقہ میں ابواسحاق ابراہیم بن محمد اصبہانی، ابوعلی نیشاپوری، ابوبکر محمد بن سالم بغدادی اور ابوقاسم بن حمزہ بن علی کتانی مصری کا ذکر ہے۔''

۱۷۔ کتاب الاکلیل

بعض مؤلفین نے اس کا نام 'اکليل في الحديث'' لکھا ہے۔ یہ کتاب امام حاکم نے بعض امراء کی فرمائش پر لکھی ہے۔اس کے بعد انہوں نے اصول حدیث میں "المدخل الی الاکليل" کے نام سے بھی ایک رسالہ لکھا۔اس کے آخر میں وہی باتیں مذکور ہیں جو اکلیل میں بیان کی گئی ہیں، یعنی صحیح حدیثوں کے رموز وطبقات وغیرہ۔علامہ ابن عساکر نے حاکم کی ایک کتاب کا نام "الإكليل في دلائل النبوة" بھی بتایا ہے۔غالبا یہ کوئی اور کتاب ہوگی یا ممکن ہے نام میں کوئی تصحیف ہوگئی ہو۔

۱۸۔ المدخل إلى علم الحديث

"المدخل إلى معرفة الصحيح والسقيم من الاخبار اور المدخل الى علم الصحيح" بھی اسی کے نام ہیں اور غالبا حافظ ابن الصلاح اور صاحب کشف الظنون نے "المدخل الى الاكليل" بھی اسی کا نام تحریر کیا ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب الاکلیل کا مقدمہ ہے۔خود امام حاکم کے بیان سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔آپ لکھتے ہیں:

''میں نے اس کو امیر مظفر کی استدعا پر کتاب الاکلیل کی صحیح وسقیم روایات کی نشاندہی کیلئے لکھا تھا۔اس میں پہلے علم اسنادوروایت کی اہمیت، محدثین کی فضیلت اور کتب حدیث کے بعض طبقات کا اجمالاً ذکر کرنے کے بعد صحیح حدیث کی دس قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ان میں پانچ قسمیں متفق علیہ اور پانچ مختلف فیہ اور نقد وجرح پر گفتگو کی گئی ہے اور آخر میں اکلیل کی حدیثوں میں ان امور کا ذکر ہے جن سے ان کی صحت وضعف کا پتہ چل جاتا ہے۔امام حاکم نے اس میں متفق علیہ اور مختلف فیہ حدیثوں میں جو کچھ لکھا ہے۔بعض علماء نے اس پر اعتراضات کئے ہیں۔محمد راغب طباخ نے مطبع علمی حلب سے ۱۳۵۱ھ میں اس رسالہ کو شائع کیا ہے۔''

۱۹۔ تاریخ نیشاپور

یہ بڑی ضخیم کتاب ہے۔اس میں نیشاپور کی تاریخ بغداد کی طرح علماء ومشاہیر فن کے تراجم درج ہیں۔حوادث اور واقعات کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے۔اس لئے اسے تاریخ علمائے نیشاپور بھی کہا جاتا ہے۔

علامہ ابن سبکی لکھتے ہیں:

''حاکم کے اس عظیم الشان کارنامہ کے سامنے نامور محدّثین کو سرنگوں ہو جانا پڑا۔جو بھی اس کا بغور مطالعہ کرے گا اسے امام حاکم کے گونا گوں کمالات اور مختلف علوم میں جامعیّت کا پورا اندازہ ہو جائے گا''۔(۱۹)

ابوالفضل ہمدانی کہتے ہیں:

''میرے نیشاپور کا سفر کرنے اور وہاں اقامت اختیار کرنے کی ایک وجہ حاکم کی اس تاریخ کو دیکھنا بھی تھا''۔(۲۰)

عبدالغافر بن اسماعیل فارسی نے اس کا ذیل لکھا تھا۔اس میں ۵۱۸ھ تک وفات پانے والے لوگوں کا ذکر ہے اور حافظ ذہبی نے ''مختصر تاریخ حاکم'' کے نام سے اس کا اختصار لکھا تھا۔

۲۰۔ معرفة علوم الحديث

یہ علوم حدیث پر ایک اہم اور مفید کتاب ہے۔ امام حاکم کو اپنے عہد میں بدعتوں کی کثرت، سنن سے عام ناواقفیت اور احادیث کے ضبط وتحریر میں اہمال اور لاپرواہی کی وجہ سے اس کی ترتیب وتصنیف کا خیال ہوا۔ اس سے پہلے علوم حدیث میں جو کتابیں لکھی گئی تھیں ان کی حیثیت متفرق اجزاء کی تھی۔ ابومحمد حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد الرامہرمزی کی کتاب ''**المحدّث الفاصل بين الراوی والواعی**'' اس موضوع کی پہلی باقاعدہ کتاب ہے۔ لیکن اس میں استیعاب واستقصاء نہیں کیا گیا تھا۔ امام حاکم کے بعد خطیب بغدادی اور حافظ ابن الصلاح کی کتابیں فوائد ومعلومات کے لحاظ سے اہم ہیں۔ امام حاکم کا شرف وتقدم مسلّم ہے۔

مگر حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ''حاکم اپنی کتاب کی باقاعدہ ترتیب وتہذیب نہیں کر سکے تھے''۔

لیکن یہ بیان محل نظر ہے۔ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ:

''علوم حدیث میں لوگوں نے متعدد کتابیں لکھی ہیں لیکن اس فن کے یگانہ روزگار ائمہ اور علمائے فحول میں ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری ہیں ان کی کتابیں مشہور ہیں انہوں نے اس فن کو باقاعدہ مرتب ومہذب کیا ہے اور اس کے محاسن اچھی طرح نمایاں کئے''۔ (۲۱)

کشف الظنون میں ہے:

''اس فن کی جانب سب سے پہلے ابوعبداللہ حاکم نے اعتناء کیا۔ اس کے بعد حافظ ابن الصلاح نے ''علوم الحدیث'' کے نام سے بڑی اہم اور قابل ذکر کتاب لکھی جو مقدمہء ابن الصلاح کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں انہوں نے بعض انواع کا مفید اضافہ کیا ہے لیکن حاکم کی حیثیت متقدم کی ہے اور ابن الصلاح ان سے متاخر اور ان کے تابع ہیں۔ انہوں نے اکثر چیزیں حاکم کے حوالہ سے لکھی ہیں''۔ (۲۲)

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر یہ دوسری باقاعدہ اور پہلی مکمل وجامع کتاب ہے جو پانچ اجزاء اور باون انواع پر مشتمل ہے۔ اس میں مصنف نے حدیث کی اسناد اور متون رواۃِ حدیث کے مختلف

درجات وطبقات اور اصول حدیث کے اہم مسائل پر سیر حاصل اور عمدہ بحثیں کی ہیں۔ ہر مبحث کی تعریف، اہمیت، نوعیت اور ضرورت کو مثالوں سے واضح کیا ہے۔ اس سلسلہ میں متقدمین کے کاموں کا ایک حد تک ذکر بھی آ گیا ہے۔ ہر بحث میں پہلے احادیث و آثار سنداً بیان کئے گئے ہیں اور آخر میں ان سے مصنف نے جو حقائق اور معنی خیز نتائج اخذ کئے ہیں ان کا ذکر ہے۔ ضمناً اکثر صحابہ اور رواۃ حدیث کی بعض خصوصیات، سنین وفات اور ان کے بارے میں دوسرے مختلف النوع معلومات بھی تحریر کئے گئے ہیں۔

معرفۃ علوم الحدیث کے قلمی نسخے یورپ، ترکی، مصر، شام اور انڈیا کے متعدد کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ان سب کی مدد اور مقابلہ و تصحیح کے بعد ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات و عربی کے سابق صدر ڈاکٹر سید معظم حسین نے اس کو ایڈٹ کیا تھا جو ۱۹۸۳ھ میں مصر سے دائرۃ المعارف حیدر آباد کے اہتمام میں شائع ہوا ہے۔ اس کے شروع میں فاضل مرتب نے ایک جامع اور مبسوط مقدمہ بھی لکھا ہے۔ اس میں مصنف کے حالات، علمی خدمات اور اصول حدیث کے بنیادی مصادر کا تذکرہ کیا گیا ہے اور حواشی میں نسخوں کے فرق واختلاف اور کمی بیشی کی تصریح کی ہے۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے اس پر مستخرج لکھا تھا اور علامہ طاہر بن صالح الجزائری نے ''توجیہ النظر'' میں اس کا ملخص شامل کیا ہے۔

۲۱۔ المستدرک علی الصحیحین

یہ امام حاکم کی سب سے اہم اور شہرہ ءآفاق کتاب ہے۔ یہاں اس کے متعلق چند بنیادی اور ضروری معلومات پیش کی جاتی ہیں۔

مستدرک کی تعریف

علماء حدیث کی اصطلاح میں حدیث کی وہ کتابیں 'مستدرک' کہلاتی ہیں جن میں اُن حدیثوں کو نقل کیا جاتا ہے جو حدیث کی کسی اور کتاب کی شرط کے مطابق ہونے کے باوجود اس میں درج ہونے سے رہ گئی ہوں۔ اس طرح کی جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں امام حاکم کی "**المستدرك على الصحيحين**" سب سے زیادہ مشہور و متداول ہے۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر استدراک ہے:

یعنی اس میں ان حدیثوں کو شامل کیا گیا ہے جو امام حاکم کے خیال میں صحیحین کے معیار و شرائط کے مطابق ہونے کے باوجود ان میں شامل ہونے سے رہ گئیں۔

وجہ تالیف

امام حاکم نے "**المستدرك على الصحيحين**" کے شروع میں اس کی جمع و تالیف کا سبب، غرض و غایت اور ان حالات کا ذکر کیا ہے جو اس کی ترتیب و تالیف کا باعث ہوئے تھے۔ آپ لکھتے ہیں:

> "ائمہ حدیث میں امام محمد بن اسماعیل البخاری اور امام مسلم بن حجاج القشیری نے صحیح حدیثوں کے دو نہائت عمدہ اور بیش قیمت مجموعے مرتب کئے ہیں۔ ان دونوں کتابوں کی پوری دنیا میں شہرت ہے لیکن دونوں بزرگوں میں سے کسی نے بھی یہ دعوی نہیں کیا ہے کہ ان کی جمع کردہ روایات کے علاوہ اور کوئی بھی روایت صحیح نہیں ہے۔ مگر ہمارے عہد کے بعض مبتدعین اور اہل اہواء جو محدّثین پر سبّ و شتم کرنے میں بہت جری واقع ہوئے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ صحیح روایات کی تعداد دس ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ رہیں وہ اسانید جو ایک ہزار یا اس سے کچھ کم و بیش اجزاء پر مشتمل ہیں سب کے سب سقیم اور غیر صحیح ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر اس شہر کے کچھ اعیان و مشاہیر اہل علم نے مجھ سے خواہش کی کہ میں ایک ایسی کتاب مدوّن کروں جو ان حدیثوں پر مشتمل ہو جن کی اسانید اسی طرح کی ہوں جس طرح کی اسانید کو شیخین نے (بخاری و مسلم) صحیح اور قابل استدلال قرار دیا ہو۔ اس لئے کہ جو حدیث علت قادحہ سے خالی ہو اس کو صحیح سے خارج کرنے کے کوئی معنی نہیں"۔ (۲۳)

مستدرک کی اہمیت

مستدرک کا شمار حدیث کی مشہور اور اہم مصادر میں ہوتا ہے اور بعض حیثیتوں سے اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے کتب حدیث کے تیسرے طبقہ میں اس کو شمار کیا ہے۔ اس طبقہ میں سنن

دارمی، سنن دارقطنی، مسند ابوداؤد طیالسی اور مصنف ابن ابی شیبہ جیسی اہم اور بلند پایہ کتابیں ہیں۔ بعض محدّثین نے اس کا رتبہ صحیح ابن حبان کے قریب قریب بتایا ہے اور اس کا نام صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کے ساتھ ساتھ لیا جاتا ہے۔ حافظ ابن الصلاح اور حافظ نووی نے صحاح کے بعد حدیث کے جن مصادر کو زیادہ اہم، قابل اعتماد اور مفید قرار دیا ہے ان میں سنن دارقطنی کے بعد مستدرک امام حاکم کا نام لیا ہے۔ (۲۴)

مستدرک کی روایات کی نوعیت

امام حاکم کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ 'مستدرک' میں مندرجہ ذیل نوعیت کی روایات آئی ہیں:

① وہ روایات جو شیخین کے معیار و شرائط کے مطابق ہیں لیکن انہوں نے اپنی کتابوں میں انہیں درج نہیں کیا۔

② وہ روایات جو شیخین میں سے کسی ایک کی شرائط کے مطابق تھیں لیکن درج ہونے سے رہ گئیں۔

③ وہ روایات جو شیخین میں سے کسی ایک کی شرائط کے مطابق نہیں تھیں لیکن امام حاکم کی تحقیق کے مطابق ان میں علت اور سقم نہیں تھا۔

④ امام حاکم کے بیان کے مطابق بعض ایسی روایات بھی مستدرک میں آئی ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے اور وہ آپ کے معیار اور شرائط کے مطابق بھی نہیں ہیں لیکن آپ نے ان کو شواہد و متابعات کی حیثیت سے نقل کیا ہے امام حاکم نے مستدرک میں کہیں کہیں ایک مقدمہ کا حوالہ دیا ہے جس میں آپ نے ان اصول و مبادی اور خصوصیات و شرائط کا مفصل ذکر کیا تھا جن کو مستدرک کی تالیف و ترتیب میں مدنظر رکھا تھا لیکن یہ مقدمہ مستدرک کے مطبوعہ نسخے میں شامل نہیں ہے۔ یا تو وہ محفوظ نہیں رہا یا حاکم اسے پوری طرح مرتب نہیں کر سکے۔ اگر یہ مقدمہ موجود ہوتا تو اس سے مستدرک کے اصول و شرائط اور اس کی روایات کی نوعیت اور خصوصیات معلوم کرنے میں بڑی آسانی ہوتی تاہم جہاں آپ نے اس کے حوالے دیئے ہیں ان سے بھی مستدرک کی روایات کی نوعیت و خصوصیت کا کچھ اندازہ ہوتا ہے اس لئے ذیل میں مستدرک کی روایات کی بعض نوعیتیں ان حوالوں کی مدد سے قلمبند کی جاتی ہیں:

① معروف تابعی کی روایت کو مستدرک میں اخذ کیا جائیگا اور اس کو 'صحیح' کا درجہ دیا جائے گا۔ خواہ اس نے ایک ہی صحابی سے روایت کی ہو۔

② ثقہ رواۃ کے تفرد اور اضافات کی تخریج بھی کی جائے گی بشرطیکہ وہ مؤلف کی تحقیق کے مطابق علت سے خالی ہوں۔

③ حلال وحرام کے متعلق روایات میں زیادہ احتیاط برتی جائے گی۔فضائل اعمال کے سلسلہ کی حدیثوں میں زیادہ سختی سے کام نہ لیا جائے گا۔

مستدرک کی خصوصیات

مستدرک کی بعض اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

① امام حاکم نے اس کی ترتیب، ابواب کی تبویب اور روایات کے نقل وانتخاب میں حسن وموزونیت کے علاوہ بعض مقامات میں جدّت واختراع سے کام لیا ہے۔اس سے آپ کی محنت اور جانفشانی کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔اس ضمن میں آپ لکھتے ہیں:

''جہاں تک تلاش واجتہاد نے میری رسائی کی ہے میں نے خلفائے اربعہ کے فضائل سے متعلق وہ تمام حدیثیں جمع کردی ہیں جو صحیح اسناد سے مروی ہیں اور جن کو شیخین نے ترک کردیا ہے۔ پھر میں نے اس کتاب کے نظم وترتیب کے لحاظ سے یہ مناسب سمجھا کہ ان بزرگوں کے مناقب کے بعد دیگر صحابہ کرام کے فضائل وفیات کی ترتیب کے مطابق جمع کروں''۔(۲۵)

② عام محدّثین کے برعکس امام حاکم نے کتاب الفتن والملاحم کے بعد کتاب الأھوال کا بھی ایک علیحدہ باب امام ابن خزیمہ کے طرز پر قائم کیا ہے۔اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

''میرے مبلغ علم کے مطابق آخری زمانہ کے فتن کے متعلق آنحضرت ﷺ سے جو کچھ مروی تھا وہ سب میں نے اس کے اندر بہتر اسانید کے ساتھ بیان کردیا ہے۔شیخین نے قیامت اور حشر نشر کے اہوال کی روایات کتاب الفتن ہی میں شامل کردی ہیں میں نے

اس سلسلہ میں ابوبکر بن محمد بن اسحاق بن خزیمہ کے انداز میں اس کو باب الفتن سے علیحدہ ذکر کیا ہے''۔(۲۶)

③ امام بخاری اور دیگر محدّثین نے کتاب البیوع میں متعدد مباحث ذکر کئے ہیں مثلاً کتاب السلم، شفعہ اور اجارہ وغیرہ لیکن امام حاکم نے کتاب البیوع کے جامع عنوان ہی میں ابواب کو بھی جمع کر دیا ہے۔اس بارے میں لکھتے ہیں:

''میں نے کتاب البیوع کے ضمن میں ان کتب کو بھی درج کر دیا ہے جن کیلئے امام بخاری نے کتاب البیوع کے آخر میں مستقل عنوانات قائم کئے ہیں۔ یہ وضاحت اسلئے کر دی گئی ہے تا کہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ میں نے کتاب البیوع کو ان ابواب سے خالی رکھا ہے''۔(۲۷)

④ فضائل صحابہ میں صرف صحابہ کے مناقب وفضائل ہی بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ ان کے مختصر حالات بھی تحریر کئے ہیں۔مستدرک میں فقہی مسائل سے کم تعرّض کیا گیا ہے تاہم ان کے ذکر سے یکسر خالی بھی نہیں ہے اور امام حاکم نے بعض فقہی اختلافات میں راجح اور اولیٰ کی نشاندہی بھی کی ہے جس سے آپ کی اجتہادی بصیرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

⑤ مستدرک کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بعض روایات کے مراجع ومصادر کی نشاندہی بھی کی ہے۔اس سلسلہ میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن أبوداوٗد، سنن نسائی، موٴطا امام مالک، اور صحیح ابن خزیمہ کے نام لئے ہیں۔لیکن بعض کتب مسانید اور وحدان کا نام لئے بغیر بھی ان کی روایات اخذ کی ہیں۔

⑥ بعض ابواب اور مضامین کی روایات کو جمع کرنے میں بڑا اہتمام کیا ہے اور بعض حدیثوں کے اسناد وطرق کو جمع کرنے میں بڑے استقصا سے کام لیا ہے اس لئے مستدرک میں بکثرت ایسی روایات آئی ہیں جن سے دوسرے مصادر حدیث خالی ہیں۔

⑦ روایات کی تصحیح وتبویب، ان کے قوی وعزیز، ضعیف وشاذ اور غریب ہونے کی نشاندہی، وقف و ارسال، رفع واتصال اور علو اسناد کی تصریح، حفظ وضبط اور اتقان کے لحاظ سے اس کے اولیٰ واحسن

ہونے اور علت وضعف سے خالی ہونے کا ذکر، رواۃ کی توثیق اور روایات کا باہمی موازنہ، راوی کے شک ووہم، اس کے تفرد، مخالفت، عدم متابعت اور سماع ولقاء کی توضیح اور بعض روایات کے بارے میں یہ بھی بتایا ہے کہ اس کو کس جگہ، کس وقت اور کس ماہ وسنہ میں انہوں نے روایت کیا ہے۔ اسی طرح روایات کے شواہد ومتابعات، فنی مباحث کے متعلق علمائے جرح وتعدیل کے اقوال، روایات ورواۃ کی صحت وقوّت یا ضعف وجرح کو واضح کر کے اس کے دلائل بھی بیان کئے ہیں اور حدیث کے مفہوم وغیرہ کے سلسلے میں بھی مختلف النوع وضاحتیں کی ہیں۔

⑧ مستدرک کے محاسن وخصوصیات کا اندازہ اس کے طرز استدلال سے بھی ہوتا ہے لیکن اکثر دلائل خالص فنی نوعیت کے ہیں۔ اس لئے جب تک ان کا اصل پس منظر اور پوری تفصیل سامنے نہ ہو۔ ان پر بحث کرنا زیادہ مفید نہ ہوگا۔

⑨ امام حاکم کے اصول وشرائط اور بحث واستدلال سے مستدرک کی تالیف میں آپ کی احتیاط کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے وہی احادیث وروایات درج کرنے کی کوشش کی ہے جو آپ کے اصول ومعیار کے مطابق غیر معلّل اور ضعف وسقم سے خالی ہیں۔ اس لئے حدیث نقل کرنے کے بعد عموماً آپ نے اس کی صراحت بھی کر دی ہے کہ وہ قدح وعلت اور سقم وعیب سے پاک ہے لیکن حاکم کا عام رجحان یہ ہے کہ کوئی صحیح اور غیر معلل حدیث چھوٹنے نہ پائے۔ اس لئے احتیاط کے باوجود بھی مستدرک میں تساہل اور مداہنت کو راہ مل گئی ہے۔

روایات کے متعلق وضاحت

امام حاکم نے احادیث کے بارے میں مختلف النوع وضاحتیں کی ہیں۔ ان سے احادیث کے متعلق مفید معلومات فراہم ہوتی ہیں۔ یہ وضاحتیں مختلف طرح کی ہیں:

① کسی حدیث کے مشہور ومتداول ہونے یا کسی خاص مقام میں مروّج ہونے کا ذکر۔

② بعض حدیثوں کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ کسی خاص مسئلہ میں اساس وبنیاد اور حجت ودلیل ہیں۔

③ بعض روایات کے کسی باب میں نقل کرنے کی غرض وغایت بیان کی گئی ہے۔

④ حاکم نے بعض روایات کی اپنے عہد کے حالات کے لحاظ سے خاص اہمیت وضرورت واضح کی ہے۔ مثلاً احتکار کے سلسلہ میں لکھتے ہیں: 'عسرت اور تنگی کے موقعہ پر مسلمانوں کی مواسات سے احتراز کے زجر وتوبیخ کے بارے میں جو اخبار وآثار وارد ہیں ان کا بیان کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ اس وقت مسلمان انہی حالات سے دوچار ہیں۔(۲۸)

اس کے بعد لکھتے ہیں:

''یہ چھ روایات نہائت تلاش وجستجو کے بعد یہاں نقل کی گئی ہیں گو یہ ہماری اس کتاب کی شرط کے موافق نہیں تاہم چونکہ لوگ اس ضیق میں مبتلا ہیں اسلئے یہاں ہم نے ان کو نقل کر دیا ہے''۔(۲۹)

امام حاکم نے کہیں کہیں ابواب کے شروع یا درمیان میں نوٹ لکھے ہیں جو بڑی اہمیت کے حامل ہیں مثلاً: فضائل صحابہ کے ابواب کے تحت لکھتے ہیں: ''ہم نے صحابہ کرام کے ذکر میں پہلے ان کے نسب ووفات کا ذکر کیا ہے پھر ان کے مناقب میں وہ روایات درج کی ہیں جو شیخین کی شرائط کے مطابق ہیں لیکن انہوں نے انہیں روایت نہیں کیا۔ ہم کو اعتراف ہے کہ ہم اس باب میں محمد بن عمر واقدی اور ان جیسے رواۃ کی روایات سے صرف نظر نہیں کر سکے ہیں۔(۳۰)

اصحاب صفہؓ کے بیان میں امام حاکم نے ان کے متعلق روایات کی مدد سے ان کے ناموں کی مفصل فہرست دی ہے۔ ان کے طبقات وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور ان کے اشغال، معمولات اور امتیازی خصوصیات کے سلسلہ میں ان سے اصحابِ تصوف کے پہلو کو خاص طور پر نمایاں کیا ہے۔(۳۱)

مستدرک کی تلخیصات

جن علماء نے مستدرک کے ساتھ اشتغال کیا ہے ان میں حافظ ذھبی (م ۷۴۸ھ) کا نام زیادہ مشہور ہے حافظ ذہبی نے مستدرک کی تلخیص لکھی جو بہت مشہور ہے اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود ان کی اور بعض دیگر علماء کی رائے میں اس (تلخیص) کو دیکھے بغیر مستدرک کی تصحیح پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا

ہے کیونکہ اس میں حافظ ذھبی نے طویل احادیث اور اسناد کا اختصار ہی نہیں کیا بلکہ جا بجا حاکم پر نقد و تعقب بھی کر کے احادیث کی تصحیح میں ان کے تساہل، روایات میں ضعف و نکارت اور رواۃ میں جرح و سقم کو بھی واضح کیا ہے۔

حافظ ذھبی نے اپنی تلخیص میں بعض مواقع پر حاکم کی توثیق و تائید اور بعض مواقع پر سکوت اختیار کیا۔ یہ بھی حاکم کی رائے سے اتفاق ہی ہے۔ رہا ان کا نقد و تعقب تو اس کی مختلف نوعیتیں ہیں۔

① حاکم نے کسی حدیث کو شیخین یا ان میں سے کسی ایک کی شرائط کے مطابق بتایا ہے اور حافظ ذھبی نے اس کی تردید کی۔

② حاکم نے کسی حدیث کو شیخین کی شرائط کے مطابق قرار دیا لیکن حافظ ذھبی کی تحقیق میں وہ صرف ایک ہی کی شرائط کے مطابق ہے۔

③ حاکم نے احادیث کی صحت اور رجال اسناد کی قوت کا ذکر کیا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کا ضعف، جرح و تعدیل اور سقم ثابت کیا ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ حافظ ذھبی نے بڑی دقت نظر سے مستدرک کی تلخیص کی تھی اور ان کے تعقب کا زیادہ حصہ صحیح ہے لیکن کہیں کہیں اس میں فروگزاشتیں ہیں۔ مثلاً کسوف کے بیان میں ایک حدیث نقل کرنے کے بعد حاکم نے صرف اس قدر لکھا ہے: "**لم یخرجاہ**"۔ یعنی شیخین نے اس روایت کی تخریج نہیں کی ہے۔ حافظ ذہبی نے اس پر یہ تنقید کی ہے: "**وإسنادہ حسن وما ھوعلی شرط واحد منھما**"۔ اس کے اسناد حسن ہیں لیکن یہ شیخین میں سے کسی کی شرط کے مطابق نہیں۔ حالانکہ حاکم نے یہاں سرے سے حدیث کے شیخین کی شرط کے مطابق ہونے کا ذکر ہی نہیں کیا۔ بلکہ صرف یہ لکھا ہے کہ شیخین نے اس روایت کی تخریج نہیں کی ہے۔ اس بنا پر حافظ ذہبی کا یہ نقد صحیح نہیں ہے۔

ایک جگہ امام حاکم نے ایک حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔ اس پر نقد کرتے ہوئے حافظ ذہبی نے لکھا ہے: "**عبدالرحمن لم یسمع من أبیہ وعبدالرحمن ومن بعدہ لیسوا بحجۃ**"۔

تقریب التہذیب میں عبدالرحمٰن کو ثقہ اور صغار تابعین میں بتایا گیا ہے۔ ان کا انتقال ۶۹ھ میں ہوا

تھا۔انہوں نے اپنے والد سے سماع کیا ہے لیکن بہت کم۔اسی طرح عبدالرحمٰن کے صاحبزادے قاسم کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ وہ ثقہ وعابد اور طبقہ رابعہ کے راوی ہیں۔پس حافظ ذہبی کا ان روۃ کو مطلق عدم حجت قرار دینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟(۳۲)

بعض مقامات پر اصل اور تلخیص میں معمولی فرق بھی ہے۔مثلاً روزے کے بیان میں حاکم نے ایک حدیث میں صرف "وابتلت العروق" لکھا تھا مگر حافظ ذہبی نے اس کو تلخیص میں "وابتلت العروق بالماء" لکھا ہے۔

ایک اور جگہ حاکم نے "اغار" لکھا تھا۔ذہبی نے اس کو "اغان" کردیا ہے۔

ایک جگہ حاکم نے "حدثنا یعقوب بن ابراهیم" لکھا تھا، حافظ ذہبی نے اس کو بدل کر "رواہ یعقوب الدورقی" کردیا ہے۔گو یعقوب بن ابراہیم اور یعقوب دورقی ایک ہی شخص ہیں لیکن اس تصرف سے اشتباہ ہوسکتا ہے۔

مستدرک کی یہ تلخیص مستدرک کے متن کے ساتھ چار ضخیم جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

مستدرک کے قلمی نسخے متعدد کتب خانوں میں موجود ہیں۔دائرۃ المعارف حیدرآباد نے اس کو کئی مخطوطات کی مدد سے چار ضخیم جلدوں میں شائع کیا ہے۔علاوہ ازیں دارالکتب العلمیۃ، بیروت نے مصطفیٰ عبد القادر عطا کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۹۰ء میں "المستدرک" کو بہت خوبصورت اور دیدہ زیب شکل میں چھاپ دیا ہے۔

مستدرک اور امام حاکم پر بعض اعتراضات کا اجمالی جائزہ

امام حاکم اور ان کی مستدرک پر چند اعتراضات بھی کئے گئے ہیں ان میں سے بعض تو غلط ہیں اور بعض اگرچہ غلط نہیں تاہم وہ بحث طلب ضرور ہیں۔اسلئے مستدرک کی اہمیت وخصوصیت بیان کرنے کے بعد ان کا اجمالی جائزہ لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔امام حاکم اور ان کی مستدرک پر سب سے مشہور الزام تساہل کا ہے۔اس سلسلہ میں چند اور ضمنی الزامات بھی عائد کئے گئے ہیں لیکن ان کا اصل تعلق بھی تساہل ہی سے ہے۔

مستدرک اور صحیحین

مستدرک کی تالیف کا مقصد صحیحین میں ان متروک روایات کو جمع کرنا ہے جو امام حاکم کے خیال میں ان کی شرائط ومعیار کے مطابق صحیح ہونے کے باوجود ان میں شامل نہیں کی گئیں۔ اس سلسلہ میں بحث طلب امر یہ ہے کہ امام حاکم نے جن روایات کے شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہونے کا دعوی کیا ہے وہ واقعۃً صحیح ہیں یا نہیں۔ حافظ ابوسعید مالینی کا بیان ہے کہ میں نے مستدرک کا مطالعہ کیا تو مجھ کو اس کی ایک حدیث بھی شیخین کی شرائط کے مطابق نہیں ملی۔ حافظ ابراہیم بن محمد ارموی کہتے ہیں: ''ابوعبداللہ حاکم نے مستدرک میں بہت سی ایسی روایات جمع کی ہیں جن کے بارے میں گو ان کا خیال ہے کہ وہ شیخین کی حدیثوں کی طرح صحیح ہیں۔ لیکن علمائے کبار نے اس سلسلہ میں حاکم کو غلط ٹھہرایا ہے اور ان پر سخت نکیر کی ہے۔ (۳۳)

حافظ ابوسعید مالینی کی رائے کو عام طور پر حقیقت سے بعید اور زیادتی پر محمول کیا گیا ہے۔ حافظ ذہبی نے اس کی نہائت پرزور تردید کی۔ ان کی تردید اس لئے زیادہ معتبر اور قابل لحاظ ہے کہ انہوں نے مستدرک کا دقت نظر سے مطالعہ کیا ہے اور اس کی تلخیص لکھی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

> ''مستدرک کے متعلق حافظ مالینی کی رائے سراسر زیادتی اور صریح ناانصافی پر مبنی ہے۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ مستدرک کا تقریباً نصف حصہ ایسی روایات پر مشتمل ہے جو شیخین یا ان میں سے کسی ایک کی شرائط کے مطابق ہیں۔ البتہ اس کے چوتھائی حصہ میں ایسی حدیثیں ہیں جن کے اسناد بظاہر تو صحیح ہیں۔ لیکن وہ شیخین کی شرائط کے مطابق نہیں ہیں۔ بقیہ چوتھائی حصےّ میں ضعیف ومنکر بلکہ موضوع روایات بھی شامل ہیں میں نے اپنی تلخیص میں ان کی تصریح اور تنبیہ کی ہے۔''

ضعیف اور موضوع روایات

دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مستدرک میں ضعیف اور موضوع روایات پائی جاتی ہیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ مستدرک میں ایسی حدیثیں بھی ہیں جو شرائط صحت کے خلاف ہیں بلکہ موضوع حدیثیں بھی ہیں جو اس کے شایان شان نہیں''۔ (۳۴)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''گو حاکم حدیث میں امام تھے تاہم انہوں نے مستدرک میں ساقط حدیثوں کی بھی تصحیح کر دی ہے''۔ (۳۵)

مستدرک میں ضعیف و منکر بلکہ موضوع روایات کا بھی یقینی طور پر پایا جانا ثابت ہے۔ حافظ ابن الجوزی نے مستدرک کی ساٹھ حدیثوں کو موضوع قرار دیا ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر کو محدّثین نے تسلیم نہیں کیا ہے۔ رہیں ضعیف روایات تو وہ موضوعات کے ساتھ شامل ہو کر چوتھے حصہ کے برابر ہوں گی۔ ضعیف احادیث سے کوئی کتاب بھی خالی نہیں ہے لیکن مستدرک میں ان کی تعداد اس لئے زاید معلوم ہوتی ہے کہ وہ خود ضخیم کتاب ہے اور اس کی ضخامت کے اعتبار سے یہ تعداد زیادہ نہیں۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے مستدرک کا شمار حدیث کے تیسرے طبقہ کی کتابوں میں کیا ہے اور اس طبقہ کے متعلق ان کا اور ان کے والد حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا بیان ہے:

''اگرچہ ان کتابوں کے مؤلفین علوم حدیث میں ماہر، ثقہ اور ضبط و عدالت کی صفات سے متصف تھے۔ لیکن ان میں صحیح، حسن اور ضعیف ہر قسم کی حدیثیں پائی جاتی ہیں۔ بلکہ ان کی بعض حدیثیں موضوع بھی ہیں گو ان کے اکثر رواۃ عدالت کی صفت سے متصف ہیں تاہم بعض مستور اور مجہول الحال ہیں۔'' (۲۱)

حوالہ جات وحواشی

۱۔ ابن الجوزی، عبدالرحمٰن بن علی بن محمد ابوالفرج۔ المنتظم فی تواریخ الملوک والأمم، ج ۷، ص ۲۷۴

۲۔ ابن کثیر، اسماعیل عمر بن کثیر الدمشقی، البدایۃ والنھایۃ، ج ۱۱، ص ۳۵۵

۳۔ الخطیب، ابوبکر احمد بن علی البغدادی، تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۲۴۳

۴۔ الذھبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد۔ تذکرہ الحفاظ۔

۵۔ الذھبی، محمد بن احمد۔ سیرأعلام النبلاء۔ ج ۱۷، ص ۱۶۳

۶۔ ابن خلدون، عبدالرحمٰن، مقدمہ، ص ۴۵۸

۷۔ السبکی، ابونصر عبدالوہاب بن علی۔ طبقات الشافعیہ، ج ۴۔ ص ۱۵۹۔۱۶۰

۸۔ ایضاً

۹۔ الذھبی، سیرأعلام النبلاء۔ ج ۱۷، ص ۱۶۳

۱۰۔ السبکی، طبقات الشافعیہ۔ ج ۴، ص ۱۵۹

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ۔ ج ۱۱، ص ۳۵۵

۱۳۔ ابن خلکان، ابوالعباس احمد بن محمد۔ وفیات الأعیان۔ تحقیق: ڈ/ احسان عباس، ج ۴۔ ص ۲۸۱

۱۴۔ الذھبی، تذکرۃ الحفاظ۔ ج ۳، ص ۲۶۴

۱۵۔ السبکی، طبقات الشافعیہ۔ ج ۴، ص ۱۶۰

۱۶۔ ابن خلکان، وفیات الأعیان۔ ج ۴، ص ۲۸۱

۱۷۔ السمعانی، أبوسعد، عبدالکریم بن محمد۔ الأنساب۔ ج ۲، ص ۳۷۰

۱۸۔ حاکم، محمد بن عبداللہ نیشاپوری۔ المدخل إلی علم الحدیث۔ ص ۵، ۶

۱۹۔ السبکی، طبقات الشافعیۃ۔ ج ۴، ص ۱۶۰

۲۰۔ ایضاً

۲۱۔ ابن خلدون، مقدمہ۔ ص ۴۵۸

۲۲۔ حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبداللہ القسطنطینی۔ کشف الظنون من أسامی الکتب والفنون۔ ج ۲، ص ۲۹

۲۳۔ حاکم نیشاپوری۔ المستدرک علی الصحیحین۔ تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطاء۔ ج ۱، ص ۴۱۔۴۲

۲۴۔ ابن الصلاح، عثمان بن صلاح الدین الکردی، مقدمہ۔ ص ۱۹۲
۲۵۔ حاکم، المستدرک، ج ۳، ص ۱۸۵
۲۶۔ ایضاً۔ ج ۴، ص ۸۸۵
۲۷۔ ایضاً۔ ج ۲، ص ۶۵۔۶۶
۲۸۔ ایضاً۔ ج ۲، ص ۱۱
۲۹۔ ایضاً۔ ج ۲، ص ۱۳
۳۰۔ ایضاً۔ ج ۳، ص ۶۱
۳۱۔ ایضاً۔ ج ۳، ص ۱۶۔۱۷
۳۲۔ ایضاً۔ ج ۱، ص ۵۰۹
۳۳۔ السبکی، طبقات الشافعیۃ۔ ج ۳، ص ۵۹
۳۴۔ الذھبی، تذکرۃ الحفاظ۔ ج ۳، ص ۲۵۴
۳۵۔ الذھبی، میزان الاعتدال۔ ج ۳، ص ۵۸
۳۶۔ الشاہ ولی اللہ الدھلوی۔ حجۃ اللہ البالغۃ